حواء بھی شریک تھی۔ امام قرطبی نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں:

(ا) واضح ترین توجیہ یہ ہے کہ اکثر معاملات میں عورت مرد کے تابع ہوتی ہے، اسی بنا پر حواء کا تذکرہ نہیں کیا گیا اگرچہ حواء علیہا السلام بھی اس حکم میں داخل ہے یعنی ان کی توبہ بھی قبول ہوگئی تھی۔ جیسا کہ دوسری جگہ دونوں کی توبہ کا ذکر آیا ہے ﴿ قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين ۞﴾ (الأعراف/۲۳) یعنی دونوں نے کہا۔

(ب) اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عورت طبعی طور پر پردے میں رہتی ہے اور اس فطری صفت کو مدنظر رکھتے ہوئے حواء کا گناہ پر پردہ ڈالا گیا، ان کی طرف گناہ کی نسبت نہیں کی گئی پھر توبہ کی نسبت بھی صرف آدم کی طرف کردی گئی۔ (وعصىٰ آدم ربه فغوىٰ) (القرطبی، الشوکانی) ☆

﴿ انه هو التواب الرحيم ﴾ یہ جملہ فرمان الٰہی (فتاب علیه) کی تعلیل ہے یعنی اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم والا ہے۔ (هو) ضمیر فصل ہے جو حصر اور تاکید کا فائدہ دیتی ہے۔ (التواب) اور (الرحيم) دونوں مبالغہ کے صیغے اللہ کے صفاتی اسماء میں سے ہیں۔ (التواب) ''بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا'' کیونکہ اس کی طرف توبہ کرنے والے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کی توبہ پر بہت زیادہ خوش بھی ہوتا ہے۔ (الرحيم) ''بہت وسیع رحمت والا'' اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے رحم کرتا ہے اور اسی وسیع رحمت کی وجہ سے آدم کو توفیق دی پھر اسے معاف فرمایا۔ (ابن العثيمين، السعدی)

☆☆☆☆☆

☆ تیسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے شرف نبوت سے مزین ہونے کی وجہ سے توبہ کی قبولیت وضاحت ''عقیدہ عصمت'' کی پاسداری میں ضروری تھی۔ جبکہ حواء کے معاملے میں یہ بات اتنی اہم نہ تھی۔ واللہ اعلم (ابو محمد)

درس حدیث: 3 (آخری)

احکامِ سترہ

أبومحمد عبدالوهاب خان

(قال أبوداؤدؒ) حدثنا مسدد حدثنا بشر بن المفضل حدثنا إسمعيل بن أمية حدثني أبوعمروبن محمد بن حريث أنه سمع جده حريثا يحدث عن أبي هريرة ﷺأن رسول الله ﷺ قال: ''**إذا صلى أحدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئًا، فإن لم يجد فلينصب عصاً، فإن لم يكن فليخط خطاً، ثم لايضره من مر بين يديه.**''

تخريج: سنن أبي داؤد، الصلاة باب۱۰۳: الخط إذا لم يجد عصا حديث ۶۸۹، سنن ابن ماجه إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ۳٦ :مايستر المصلى حديث ۹٤۳ ۱/۳۰۳، صحيح ابن حبان ، مسند أحمد ۲/۲٤۹،۲۵۵،۲٦٦.

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے سامنے کوئی (مناسب) چیز (بطور سترہ) رکھا کرو، اگر کوئی (چوڑی) چیز نہ ملے تو لاٹھی ہی کھڑی کردے، اگر یہ بھی دستیاب نہ ہوتو لکیر ہی کھینچ لے۔اس کے بعد اس کے آگے سے گزرنے والی کوئی چیز اسے (نماز میں خلل کا) نقصان نہیں دے سکتی۔''

حكم الحديث:

[۱] اضطراب: اس کی سند میں دوجگہ اختلاف ہوا ہے: (۱) اسماعیل بن امیہؒ کے استاد کے نام، کنیت اور ولدیت میں۔ (۲) اس شخص کی روایت اس کے باپ سے ہے یا دادا سے یا حضرت ابو ہریرہؓ سے بلا واسطہ؟

سفیان بن عیینہؒ: یہ حدیث اسی سند سے وارد ہوئی ہے اور ہمیں اس کو باندھنے کا کوئی سہارا نہ مل سکا۔ ابن المدینیؒ کے سوال پر بتایا: مجھے ''ابومحمد بن عمرو'' ہی یاد ہے، اسمعیل کی وفات کے بعد ایک شخص نے آکر ابومحمد سے پوچھا تو اس کا بیان خلط ملط ہوگیا۔[سنن أبي داؤد ۱/٤٤٤]

ابن حجرؒ: ''ابو عمرو بن محمد بن حريث یا ابوعمرو بن محمد بن عمرو بن حريث یا ابو محمد بن عمرو بن حريث''

اسے طحاویؒ نے 'مجہول' کہا ہے، ابن حبانؒ نے ''الثقات ''میں ابو محمد کے نام سے ذکر کیا ہے۔[تهذيب ٧٤٨، ١٠٢٠] ابن حجرؒ: د،ق مجهول من السادسة [تقريب ٨٢٧٢]

ابن حجرؒ: حريث غير الصحابي مجهول من الثالثة [تقريب ١١٨٣]

الذہبیؒ: حريث العذرى تفرد عنه إسمعيل بن أمية واضطرب فيه [ميزان الاعتدال ١٧٩١]

ابن الصلاحؒ نے اسے مضطرب کی مثال میں بیان کیا ہے۔[علوم الحديث،النوع التاسع عشر ص:٨٤]

خلالؒ عن الامام احمدؒ: الخط ضعيف۔

امام دارقطنیؒ: لا يصح ولا يثبت ۔[النكت ٧٧٣/٢]

امام شافعیؒ نے سنن حرملہؒ میں کہا: ولا يخط المصلى إلا أن يكون فى حديث ثابت فيتبع ۔

صنعانیؒ: یہ ضعف کی طرف اشارہ ہے۔[سبل السلام ٢٢٤/١] بیہقیؒ: ایسے مسئلے میں استدلال لینے میں ہرج نہیں۔

بیہقیؒ: امام شافعیؒ نے اس سے استدلال کیا تھا، بعد میں توقف کیا۔[السنن الكبرى ٢٧١/٢]

البانیؒ: ضعيف [ضعيف سنن أبى داود وابن ماجه]

(۲) تصحیح: ابن حجرؒ: سفیان بن عیینہؒ کا مضطرب قرار دیا جانے والا قول طبرانیؒ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابو ھارون متروک راوی ہے۔[النكت ٧٧٣/٢]

ابن عبد البرؒ وصنعانیؒ: احمدؒ اور ابن المدینیؒ نے صحیح کہا ہے۔[التمهيد ١٩٩/٤، سبل السلام ٢٢٤/١]

ابن حجرؒ: شافعیؒ نے المختصر الکبیر للمزنیؒ میں اس سے استدلال کیا ہے۔[النكت ٧٧٣/٢]

اسے مضطرب کہنا غلط ہے بلکہ یہ ''حسن'' ہے۔ [بلوغ المرام مع سبل السلام ٢٢٤/١]

اس حدیث کو امام ابو حاتم ابن حبانؒ نے بسند: عمر بن حريث عن جده سمع أباهريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کر کے صحیح کہا ہے۔امام حاکمؒ وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس راوی کی عدالت ثابت ہوگئی۔راوی کی شخصیت پہچانی گئی تو نام متعین نہ ہونے سے خاص فرق نہیں پڑتا۔[النكت ٧٧٤/٢]

احمد شاکرؒ: اضطراب ضعف کا سبب ہے، الا یہ کہ کسی راوی کے نام وغیرہ میں اختلاف ہو(اور ترجیح نہ ہو سکے) مگر راوی ثقہ ہو تو اضطراب اور صحت جمع بھی ہو سکتے ہیں، جیسے امام زرکشیؒ نے کہا ہے۔[الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث ص:٧٩]

(۳) ترجیح: مذکورہ بالا بیانات کی روشنی میں مضطرب و ضعیف کہنے والوں کا قول درست لگتا ہے، کیونکہ جہالت کی وجہ سے راویوں کی توثیق معلوم نہ ہوسکی۔ امام احمدؒ کے اقوال میں تضاد ہوا۔ اور ابن حبانؒ مجہول راویوں کی توثیق کے قائل ہیں۔ امام حاکمؒ کا تساہل بھی مشہور ہے، اگر صاحب مستدرک مراد ہو، جبکہ یہ حدیث مستدرک میں نہیں ملی۔ بہرحال مجبوری کی صورت میں حالت نماز کا تأثر دینے کے لیے شواہد کے سہارے اس حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ واللہ أعلم

شواھد: عن سعید بن جبیرؒ قال: إذا کان الرجل یصلی فی فضاء فلیرکز بین یدیہ شیئا، فإن لم یستطع أن یرکزہ فلیعرضہ، فإن لم یکن معہ شئ فلیخط خطاً فی الأرض.''

[مصنف عبدالرزاق ۲/ ۱٤، مسند مسدد الکبیر، ورجالہ ثقات۔ انظر: النکت علی کتاب ابن الصلاحؒ ۲/۷۷۳]

استدراك: امام ابن حجرؒ نے ''شاھدان للحدیث'' کا عنوان قائم کر کے صرف مذکورہ مقطوع روایت ذکر کی تھی۔ راقم الحروف کو ایک مرفوع شاہد بھی ملا ہے: عن أنس ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ: ''لیستتر أحدکم فی الصلاۃ بالخط بین یدیہ وبالحجر وبما وجد من شئ، مع أن المؤمن لا یقطع صلاتہ شئ''

[رواہ ابن عساکرؒ وضعفہ الألبانیؒ ضعیف الجامع الصغیر ٤٩٤٧۔ التراث ۲۷/ ۲۰]

تشریح: اس حدیث سے سترہ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کے درجات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجے کا سترہ یہ ہے کہ آگے سے گزرنے والا نظر نہ آئے، جیسے دیوار، بڑا درخت وغیرہ۔ اگر ایسی چیز میسر نہ ہو تو لاٹھی ہی گاڑ دے (جس کی اونچائی کم از کم ایک ہاتھ ہوگی)۔ پچھلے درس میں کم از کم ثلثی الذراع (ایک فٹ) کو ترجیح دی گئی ہے۔ اگر ایسی چیز نہ ہو تو مجبوراً اس سے کم اونچائی کے سترے پر بھی گزارہ کرنا پڑے گا۔ نمازی مٹی یا پتھر جمع کرے۔ اگر سترے کی کوئی بھی صورت نہ بن سکے تو بمصداق ﴿ فاتقوا اللہ ما استطعتم ﴾ لکیر ہی کھینچ لینا چاہیے۔ واللہ أعلم

آیئے دیکھیں کہ نبی پاک ﷺ نے کن کن چیزوں کا سترہ اختیار فرمایا۔

فصل اول: سترہ نبوی

مبحث (۱): بیت اللہ العتیق: ﴿فول وجھک شطر المسجد الحرام﴾ [البقرۃ ۱٤٤]

﴿ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام﴾ [البقرۃ ۱٤۹]

ابن عمر ﷺ: میں نے بلال ﷺ سے پوچھا کیا نبی ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا: ''ہاں،

دروازے کے بائیں جانب دو ستونوں کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں، پھر باہر تشریف لائے اور کعبہ شریف کے سامنے دو رکعتیں اور پڑھیں۔" [بخاری الصلاۃ باب ۳۰ ح: ۳۹۷] کعبہ شریف میں نماز کسی بھی سمت پڑھ سکتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**ھذہ القبلۃ**" "**یہی قبلہ ہے۔**"

[بخاری ح:۳۹۸ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ]

تنبیہ: مسجد حرام میں نماز کا شرف پانے والوں پر لازم ہے کہ **عین خانہ کعبہ** کی جانب نماز پڑھے۔ بہت سے نادان لوگ اس مقدس مقام پر **سمت قبلہ** سے متعلق **کوتاہی** کرتے ہیں۔ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مبحث (۲): مقام ابراھیم علیہ السلام : امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ: میری تین باتیں رضائے الٰہی کے موافق ہوئیں:...... میں نے عرض کیا: اے رسول ﷺ اگر ہم مقام ابراہیم کی جانب نماز کا اہتمام کریں (تو کیا خوب ہوگا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿واتخذوا من مقام إبراھیم مصلی﴾ [البقرۃ:۱۲۵، بخاری، الصلاۃ باب ۳۲ ح:۴۰۲] "اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔" طواف کے بعد کی دو رکعتوں کی **اصل جگہ** مقام ابراہیم کے **پیچھے** ہے۔

[بخاری الصلاۃ باب ۳۰ ح: ۳۹۵عن ابن عمر رضی اللہ عنہ]

مبحث (۳): محراب: ﴿......إذ تسوروا المحراب﴾ [صٓ:۲۱] ابن کثیرؒ: یہ محراب حضرت داود علیہ السلام کے محل میں بلند ترین جگہ تھی۔ [تفسیر القرآن العظیم ۴۸۱/۱] جزائریؒ: محراب سے مراد مسجد سے متصل "مقصورہ" ہے۔ [أیسر التفاسیر ۳۱۰/۱] "**محرابِ مسجد**" دورِ نبوت میں نہیں تھا۔ اس کے آغاز اور شرعی حیثیت سے متعلق متضاد آراء پائی جاتی ہیں۔ اس موضوع پر الگ مضمون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مبحث (۴): دیوار:

مسجد نبوی کی تعمیر میں کھجوروں اور درختوں کو کاٹ کر قبلے کی جانب لگایا گیا۔ [الرحیق المختوم ص ۲۰۴]

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: "**ھبطنا مع رسول اللہ ﷺ فصلی إلی جدر فاتخذہ قبلۃ.**" "ہم آپ ﷺ کے ساتھ اترے پھر نبی کریم ﷺ نے ایک دیوار کو سترہ بنا کر نماز پڑھی۔" [أبو داؤد، الصلاۃ، باب ۱۱۱ سترۃ الامام ح: ۷۰۸، ۴۵۵/۱ البانیؒ: حسن صحیح]

"**کان بینہ وبین الجدار ثلاثۃ أذرع**" [بخاری الصلاۃ، باب ۹۱، ۸۴/۱] "**کان بین مصلی**

رسول اللهﷺوبين الجدار ممر الشاة“[بخاریؒ ،صلاة ،باب ۹۱ ح:۴۹۷ ،مسلم صلاة ح:۲۶۲]

مبحث [۵]: ستون: سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اس ستون کے پاس نماز کا خاص اہتمام کرتے تھے جو مصحف شریف کے پاس تھا اور کہتے کہ نبی کریم ﷺ بھی اسی جگہ اہتمام سے نماز پڑھتے تھے۔ [بخاری، الصلاة، باب ۹۵، الصلاة إلى الأسطوانة، ح:۵۰۳، الأذان، باب ۱۴ ح:۶۲۵]

انس رضی اللہ عنہ: یقیناً میں دیکھتا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی تشریف آوری تک مغرب کے وقت ستونوں کی طرف جلدی جلدی بڑھتے تھے۔ (مغرب سے پہلے سنت پڑھنے کے لیے) [بخاری ، الصلاة، ۹۵ إلى الأسطوانة ح:۵۰۳، ۱/۶۸۸، الأذان باب ۱۴، ح :۶۲۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”نماز پڑھنے والے باتیں کرنے والوں سے زیادہ ستونوں کے حقدار ہیں۔“ اور آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ستونوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ایک ستون کے قریب لے آیا اور فرمایا: ”صل إليها“ اس کی جانب نماز پڑھو۔“ [بخاری، الصلاة، باب ۹۵، الصلاة إلى الأسطوانة۔ ذكره تعليقاً]

مبحث [۶]: نیزہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ: ”ان النبی ﷺ كان يركز الحربة ثم يصلي إليها“ ”نیزہ زمین میں گاڑ کر اسی کی طرف نماز پڑھتے تھے۔“ [بخاری العیدین باب ۹۲ ۱/۶۸۵، مسلم صلاة باب سترة المصلی ح:۲۴۵ ۴/۲۱۸]

مبحث [۷]: درخت : حضرت علی رضی اللہ عنہ: لقد رأيتنا ليلة بدر وما منا إنسان إلا نائم إلا رسول الله ﷺ فإنه كان يصلي إلى شجرة ويدعو حتى أصبح. [مسند أحمد ۱/۱۲۵، ۱۳۸ ، السنن الكبرى للنسائي ابواب السترة ح:۸۲۳، صححه الألباني كما قاله المحقق، كنز العمال، ح: ۲۹۹۴۴، فتح الباری ۱/۵۸۰] ”ہمیں یاد ہے کہ غزوہ بدر کی رات ہم سب سو رہے تھے، البتہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دعا کر رہے تھے یہاں تک کہ صبح ہوئی۔“

مبحث [۸]: لاٹھی: أبو جحيفة رضی اللہ عنہ: رسول اللہ ﷺ ہماری طرف دوپہر کو تشریف لائے، آپ نے وضو کیا پھر ہمیں ظہر اور عصر پڑھائی جب کہ آپ ﷺ کے سامنے لاٹھی (عنزة) نصب تھی، عورت اور گدھا اس کے پیچھے سے گزرتے تھے۔ [بخاری، الصلاة، باب ۹۳، ح:۴۹۹، ۱/۶۸۵، باب ۱۷ ح :۳۷۶، مسلم الصلاة

باب سترة المصلی ح:٢٤٩، ٢٥٠ ٢١٩/٤]

عنزة وہ لاٹھی ہے جس کی لمبائی عصا اور نیزے کے درمیان ہوتی ہے، نچلی جانب لوہے کا پھل لگا ہوتا ہے، اس پر بزرگ ٹیک لگاتے ہیں۔[المعجم الوسیط]

مبحث (٩): نیزہ : ابن عمر رضی اللہ عنہ:''کان ﷺ یرکز الحربة ثم یصلی إلیها.'' ''نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔''[مسلم الصلاة باب سترة المصلی ح ٢٤٥، ٢١٨/٤]

مبحث (١٠): کجاوہ :

ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ''کان یأخذ هذا الرحل فیعدله فیصلی إلی آخرته.''[بخاری، الصلاة ،باب ٩٨ الراحلة والبعیر ١/ ٦٩١]'' کجاوہ نصب کرتے پھر اس کے پچھلے حصے کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔''

مبحث (١١): سواری : ابن عمر رضی اللہ عنہ: ''ان النبی ﷺ صلی إلی بعیر'' [مسلم، الصلاة، ح: ٢٤٨ ، ٢١٨/٤]'' آپ ﷺ نے اونٹ کو (بٹھا کر اسے) سترہ بنا کر نماز پڑھی۔''

﴿والخیلَ والبغالَ والحمیرَ لترکبوها وزینةً ویخلق ما لا تعلمون۝﴾ [النحل: ٨]

گھوڑے اور خچر کو بٹھا کر اور باندھ کر سترہ بنا سکتے ہیں نیز گاڑی وغیرہ کو بھی۔

البتہ ''قطع نماز'' کی حدیث کی وجہ سے ''گدھے'' کو سترہ بنانا مناسب نہیں لگتا۔ والله أعلم

مبحث (١٢): چارپائی : عائشہ رضی الله عنها:''...... فیجیء النبی ﷺ فیتوسط السریر فیصلی ......'' [بخاری، الصلاة، باب ٩٩، ح ٥٠٨، ٦٩٢/١، مسلم صلاة ح:٢٧١]''رأیت رسول الله ﷺ یصلی مقابل السریر وأنا علیه بینه وبین القبلة '' [احمد ٩٨/٦، ١٢٥، ٢٣٠]

پس بستر یا چارپائی کو بھی سترہ بنا سکتے ہیں، اگر چہ اس میں کوئی سو رہا ہو۔

مبحث (١٣): جائے نماز: ابن عباس رضی اللہ عنہ: ''ان النبی ﷺ صلی علی بساط.'' [أحمد، ابن ماجه ١٦٩/١ وصححه الألبانی]''نبی ﷺ نے بچھونے پر نماز ادا فرمائی۔''

أنس رضی اللہ عنہ: ''......فقمت إلی حصیر لنا فنضحته بماء ......فصلی علیه.'' [بخاری صلاة باب ٢٠ ح:٣٨٠، مسلم مساجد ح:٢٦٦]''میں نے بچھونے کو پانی سے صاف کیا پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا فرمائی۔''

عن أبی سعید ﷺ: ......فرأیته ﷺ یصلی علی حصیر یسجد علیه. [بخاری الصلاة باب ٢٠ الصلاة علی الحصیر ٥٨٣/١، مسلم المساجد ح:٢٧١ ١٦٥/٥ ونحوه عن أنس مسلم ح:٢٦٥] ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا، سجدہ بھی اسی پر کرتے تھے۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول الله ﷺ اپنی اہلیہ کے بستر پر اس حالت میں نماز پڑھتے تھے کہ وہ آپ ﷺ اور قبلے کے درمیان جنازہ رکھنے کی طرح لیٹی ہوتی تھیں۔'' [بخاری الصلاة باب ٢٢ الصلاة علی الفراش ح:٣٨٣]

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا: '' کان رسول الله ﷺ یصلی علی الخمرة '''' چھوٹی چٹائی پر نماز ادا فرماتے تھے۔'' [بخاری الصلاة باب ١٢١ ح:٣٨١ ،مسلم المساجد ح:٢٧٠ ١٦٤/٥]

ابوعبیدؒ: خمرة چھوٹی سی چٹائی ہے، جس پر دونوں ہاتھ اور چہرہ رکھا جا سکتا ہے۔

مغیرہ ﷺ: ''کان ﷺ یستحب أن یصلی علی الفروة المدبوغة'' [أحمد ٢٥٤/٤ وضعفه الألبانیؒ ضعیف الجامع الصغیر ٤٥٥٥] ''آپ ﷺ دباغت شدہ پوستین پر نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔''

شافعیہ: ''جائے نماز'' وغیرہ بھی سترہ شمار ہوگا، کیونکہ اس سے بھی نماز کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔

الصنعانیؒ: یہ درست ہے۔[سبل السلام ٢٢٥/١]

ابوالدرداء ﷺ: ''ما أبالی لو صلیت علی ست طنافس بعضها فوق بعض'' ''اگر میں اوپر تلے چھ غالیچوں کے اوپر نماز پڑھوں تو بھی کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔'' [نیل الاوطار ١٤٤/٢ بحواله:ابن ابی شیبة ٤٣٧/١] ''پانچ غالیچوں پر'' [بخاری :التاریخ الکبیر] ''الطنفسة ''بتثلیث الطاء والفاء: روئیں دار چادر [المعجم الوسیط]

ترمذیؒ: صحابہ کرام ﷺ سمیت اکثر اہل علم کے نزدیک بچھونے اور چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنا درست ہے۔ [ترمذی الصلاة، باب ١٣٢ ما جاء فی الصلاة علی البسط ١٥٤/٢]

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عام فرش زمین کے اوپر کوئی چیز بچھا کر نماز پڑھنا بھی بلا شبہ جائز ہے، لیکن بچھائی جانے والی چیز (جائے نماز) امکانی حد تک سادہ ہونا چاہیے۔ واللہ أعلم

نیز نماز کی جگہ پاک وصاف رکھنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ [التراث ١٧/٢١]

یاد رہے کہ اسلاف کرامؒ عام طور پر زمین پر ہی نماز پڑھتے تھے۔ ابن تیمیہؒ: نماز کے لیے جائے نماز بچھانے کا اہتمام کرنا مہاجرین وانصار ﷺ اور ان کے پیروکار اسلافؒ کا طریقہ نہیں تھا۔ [مجموع فتاوی ١٦٣/٢٢]

مبحث (۱۴): لکیر:

زیر درس حدیث کی روشنی میں شافعیہ ؒ کا نظریہ ہے: جائے نماز بھی نہ ملے تو ''لکیر'' ہی کھینچ لینا چاہیے۔

ابن عبد البرؒ: علماء نے ایسی چیزوں میں اختلاف کیا ہے جو چوڑائی میں رکھی جاتی ہیں' کھڑی نہیں کی جاسکتیں۔ اسی طرح لکیر میں بھی۔ جن کے نزدیک سترے کی اونچائی کلائی کی ہڈی کے برابر یا کچھ کم ہے' ان کے ہاں لکیر جائز ہے' نہ رکھی ہوئی لاٹھی۔ یعنی مالکؒ۔ لیثؒ، ابو حنیفہؒ واصحابہؒ یہ کہتے ہیں کہ لکیر کی کوئی حیثیت نہیں اور یہی ابراہیم نخعیؒ کا بھی قول ہے۔ امام احمدؒ، ابو ثورؒ: اگر کوئی چیز نہ ملے تو خط کھینچ لے۔ امام اوزاعیؒ اور سعید بن جبیرؒ کے علاوہ شافعیؒ نے بھی عراق میں یہی کہا ہے۔ جبکہ آپؒ نے مصر میں کہا: خط والی حدیث صحیح ہو تو ٹھیک ورنہ خط کافی نہیں۔[التمهيد ١٩٨/٤]

لکیر کی کیفیت: (۱): اوزاعیؒ: لکیر چوڑائی میں ہوگی۔ (۲): عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ: لمبائی میں قبلہ رخ۔ (۳): احمدؒ: ہلال ومحراب کی طرح گولائی میں۔[أبو داود، التمهيد ٢٠٠/٤] یہی قول مناسب لگتا ہے۔

فصل ثانی : سترے کا فقدان یا دوری

مبحث (۱): عدم سترہ:

الفضل بن العباس رضی اللہ عنہ: ''ہمارے ہاں دیہات میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ (ہمارے والد) عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے میدان میں نماز پڑھی جبکہ آپ کے سامنے کوئی سترہ نہیں تھا اور ہماری گدھی اور کتیا آپ کے سامنے کھیل رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی پروانہ کی۔''[أبو داود الصلاة باب ١١٤ الكلب لا يقطع الصلاة ح:٧١٨، نسائي القبلة باب ما يقطع الصلاة وما لا يقطع ٦٥/٢ وضعفه الألبانيؒ]

بفرضِ صحت حدیث ان جانوروں کو کافی دور سمجھ لینا چاہیے۔ والله أعلم

عن كثير بن كثير عن أبيه عن جده :''رأيت رسول الله ﷺ طاف بالبيت سبعا ثم صلى ركعتين بحذائه في حاشية المقام وليس بينه وبين الطوّاف أحدٌ.''[نسائي القبلة باب ٩ الرخصة في المرور ٦٧/٢] المطلب بن وداعة الهاشمي رضی اللہ عنہ: ''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام کے کنارے دو رکعت نماز پڑھی جبکہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہیں تھا۔'' اس حدیث میں سترہ نہ ہونے کا ذکر ہے، اسی لیے امام نسائیؒ نے ''نمازی کے آگے سے گزرنے کے

جواز'' کا عنوان باندھا ہے۔ لیکن یہ استدلال محل نظر ہے، کیونکہ متعدد صحابہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے:
''الطواف بالبيت صلاة......''[نسائی مناسك باب ١٣٦ إباحة الكلام فی الطواف ٥/٢٢٢ عن رجل ﷺ، دارمی المناسك باب ٣٢ ح:١٨٤٧ عن ابن عباس ﷺ] ''بیت اللہ کا طواف بھی نماز (جیسی عبادت) ہے۔''

مبحث (۲): سترہ بعیدہ:

عکرمہؒ عن ابن عباس ﷺ قال أحسب عن رسول الله ﷺ قال:'' إذا صلى أحدكم إلى غير سترة فإنه يقطع صلاتَه الكلبُ والحمارُ والخنزيرُ واليهوديُ والمجوسيُ والمرأةُ ويجزئ إذا مروا بين يديه على قذفة بحجر.'' ''جب تم سترے کے بغیر نماز پڑھیں تو کتا، گدھا، سؤر، یہودی، مجوسی اور عورت نماز کو توڑ دیتی ہے اور اگر یہ چیزیں پتھر پھینکنے کے فاصلے پر گزریں تو کافی ہے۔'' [أبو داود: الصلاة، تفريع أبواب السترة باب ١١٠ مايقطع الصلاة ح:٧٠٤ وقال: المنكر فيه ذكر المجوسي والخنزير، وفيه :على قذفة بحجر۔الألبانیؒ:ضعيف]

عکرمہؒ: اگر نمازی اور نماز توڑنے والی چیز کے درمیان پتھر پھینکنے کی مسافت ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔[التمهيد ٤/١٩٦]

نمازی کو سترہ کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے، خصوصاً جب کسی انسان، حیوان یا بچے کے گزرنے کا خطرہ ہو۔ لیکن بھول چوک، مجبوری یا سترہ کے اٹھ جانے کی صورت میں عکرمہؒ کے فتوے اور ''قذفة بحجر'' کی ضعیف روایت کے مطابق نماز میں نقص کے خطرے سے بچنے کی امید ہو سکتی ہے، کیونکہ دورانِ نماز مقام سجدہ پر اور تشہد میں انگشت شہادت پر نظر مرکوز رکھنے والے کو پتھر پھینکنے کی مسافت (تقریباً 15،10 فٹ) سے آگے گزرنے والا نظر ہی نہیں آئے گا۔ والله أعلم

فصل ثالث: آداب سترہ

انس ﷺ: قال النبی ﷺ:''إن أحدكم إذا صلى يناجي ربه ......''[بخاری مواقيت باب ٨ ح:٥٣١، مسلم المساجد ح:٥٧] ''بیشک تم جب نماز پڑھتے ہو تو اپنے رب سے سرگوشی کرتے ہو......''

مقبول و مسنون نماز صرف وہی ہے جس میں پوری توجہ معبودِ برحق کی طرف مبذول ہو اور بندہ دنیائے فانی کی رنگینیوں سے بے تعلق ہو کر اپنے خالق و مالک ﷻ سے سرگوشی کرے۔ اس عظیم ترین مقصد کا تقاضا ہے کہ نمازی اپنے جسم، لباس اور نماز کی جگہ کو صاف اور امکانی حد تک سادہ رکھنے کا اہتمام کرے۔

مبحث (۱): لباس کی سادگی:

عن عائشة أن النبي ﷺ صلی فی خمیصة لها أعلام ، فنظر إلی أعلامها نظرةً ، فلما انصرف قال:'' اذهبوا بخمیصتی هذه إلی أبی جهم و أتونی بإنبجانیة أبی جهم، فإنها ألْهَتْني آنفاً عن صلا تی . '' [بخاری الصلاة باب إذا صلی فی ثوب له أعلام ونظر إلی علمها، مسلم ۵/۴۳،۴۴] ''آپ ﷺ نے ایک دھاریدار چادر میں نماز پڑھی پھر اس کی لکیروں پر ایک نظر پڑی ،نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:''میری یہ دھاریدار چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ابوجہم سے انجانی (سادہ) چادر لے آؤ، بیشک ابھی اس نے (ایک لمحہ) میری توجہ نماز سے ہٹادی۔''

عائشہؓ: قال النبی ﷺ : ''کنت أنظر إلی علمها و أنا فی الصلاة ، فأخاف أن تفتننی.'' [بخاری تعلیقاً]''میں دورانِ نماز اس کے نشان (لکیروں) کی طرف دیکھ رہا تھا،پس مجھے اس پر فتنے کا اندیشہ ہے۔''

مبحث (۲): مسجد کی سادگی:

عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله ﷺ''ما أمرت بتشييد المساجد'' [البخاری،الصلاة باب ٦٢ (تعلیقا)، أبوداود ح:٤٤٨] ''مجھے مساجد کو بلند وبالا اور مزین بنانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔''

ابن عباسؓ:''لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى'' [بخاری، تعلیقاً ١/٦٤٢] ''تم ضرور بضرور انہیں مزین کر کے دم لوگے؛جس طرح یہود ونصاریٰ نے مزین کیا۔''[أبوداود ١/٣١٠، ابن حبان]

البغویؒ: التشييد: عمارت کو بلند اور لمبا بنانا۔ الشوکانی: الزخرفة: زیب وزینت. [نیل٢/١٦٧]

ابو الدرداءؓ:''إذا حليتم مصاحفكم و زوّقتم مساجدكم فالدمار عليكم'' ''جب تم اپنے مصاحف (قرآن) کو آراستہ کرو گے اور اپنی مساجد کو پیراستہ کرو گے تو تم پر آفتیں ٹوٹ پڑیں گی۔''

الشوکانیؒ: معلوم ہوا کہ مساجد کو مزین کرنا بدعت ہے۔[نیل الأوطار٢/١٦٧]

أنسؓ:'' يتباهون بها ثم لا يعمرونها إلا قليلا.'' [بخاری الصلاة، باب ٦٢ بنیان المسجد]''وہ مساجد کی تزئین وآرائش میں فخر کریں گے پھر انہیں کم ہی آباد کریں گے۔''

ابن حجرؒ: آبادکاری سے مراد نماز اور ذکر الٰہی کے ذریعے آباد رکھنا ہے۔[فتح الباری ١/٦٤٣]

حضرت علیؓ:''یہ قیامت کی نشانی ہے۔''[نیل الأوطار٢/١٦٨]

عن أنس ﷺ عن النبی ﷺ یقول: ''لا تقوم الساعة حتی یتباھی الناس فی المساجد'' [أبو داؤد الصلاة باب فی بناء المساجد، نسائی مساجد باب المباھاۃ فی المساجد وصححه الألبانیؒ] ''جب تک لوگ مساجد (کی زیب وزینت) میں ایک دوسرے پر فخر نہ کرنے لگیں قیامت برپا نہ ہوگی۔''

ابوسعید الخدری ﷺ: مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی اور حضرت عمر فاروق ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر نو کا حکم دیتے ہوئے (معمار سے) ارشاد فرمایا: ''أکنَّ الناسَ من المطر، وإیاک أن تحمّر أو تصفّر فتفتن الناس.'' ''لوگوں کو بارش سے بچاؤ اور میں تمہیں سختی سے منع کرتا ہوں کہ سرخ یا پیلا (رنگین) ہرگز نہ کرنا کہ (نماز میں شوخ رنگ دیکھ کر) لوگ فتنے میں پڑ جائیں۔'' [بخاری الصلاة باب بنیان المسجد]

جوازِ تزئین سے متعلق دلائل وآراء:

(۱) ابن عمر ﷺ: ''ثم غیره عثمان ﷺ فزاد فیه زیادة کثیرة وبنی جداره بالحجارة المنقوشة والقصة وجعل عموده من حجارة منقوشة وسقفه بالساج.'' [بخاری، الصلاة، باب: بنیان المسجد ۱/۶۴۳] ''پھر حضرت عثمان ﷺ نے کافی توسیع کی اور اس کی دیواریں توڑے ہوئے پتھروں اور چونے سے تعمیر کیں اور ستون بھی توڑے گئے پتھروں سے بنائیں اور ساگوان (ایک عمدہ لکڑی) کی چھت لگائی۔''

مناقشہ: ''حجارة منقوشة'' کا ظاہری معنی یہ لگتا ہے کہ پتھروں پر کمالِ مہارت اور مہنگی ترین فنکاری سے پھول بوٹے کرید کر ان میں رنگ بھرا ہو، جیسے کہ اہل بدعت قبروں کے کتبوں پر کرتے ہیں۔ لیکن یہ تصور درج ذیل وجوہات کی بنا پر بالکل غلط ہے:

(۱) مساجد کی تزئین وآرائش سے منع کی واضح دلائل کی روشنی میں خلیفہ راشد حضرت عثمان ﷺ سے ایسے اقدام کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی۔

(۲) راجح قول کے مطابق توسیع عثمانی ۳۰ھ میں ہوئی ہے۔ [فتح الباری ۱/۶۴۹] اس وقت صحابہ کرام ﷺ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ جبکہ خلفائے راشدین ﷺ کے سامنے حق کے بیان میں کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔

(۳) اسلافؒ کے اُس دور میں اِس معیار کی تزئین وآرائش کا تصور کم از کم اسلامی دنیا میں ممکن نہیں تھا۔

(۴) مساجد کی تزئین اموی حکمران ولید بن عبدالملک (۹۶ھ) نے شروع کی۔ [فتح الباری ۱/۶۴۹]

پس ''حجارة منقوشة'' سے مراد یہ ہے کہ پتھروں کو توڑ کر ڈبل دیوار تعمیر کی گئی، اس پر چونے کا گارا استعمال

کیا گیا تاکہ دیوار مضبوط اور سیدھی بنے، نیز گرمی وسردی سے بچانے میں مفید ہو۔ پتھروں کا ہموار رخ بیرونی جانب رکھا گیا، اوپر پلستر بھی نہیں کرایا گیا، تاکہ سادگی برقرار رہے اور کسی قسم کے نقش ونگار کی گنجائش نہ رہے۔ واللہ أعلم

ابن بطالؒ: مسجد کی تعمیر میں سنت یہ ہے کہ میانہ روی سے بنائی جائے اور اس کی تزئین وآرائش میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توسیع کے ساتھ عمدہ عمارت بنائی' جس میں زیب وزینت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ پھر بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے (دورِ فاروقی سے موازنہ کرکے) اعتراض کیا۔

(۲) اسلاف کرامؒ نے مسجد کی تزئین پر انکار نہیں کیا، لہٰذا یہ مستحسن ہے۔ اور یہ خوبصورتی لوگوں کو مساجد کی طرف راغب کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

(۳) البدر المنیرؒ: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو زیب وزینت سے آراستہ کرلیا تو مناسب ہوا کہ مسجدیں بھی خوبصورت بنائی جائیں، تاکہ (مادہ پرستانہ ذہنیت والوں کے دلوں میں) ان کی توہین نہ ہو۔

مناقشہ: اگر تزئین وآرائش سے ''منع'' صرف زہد وقناعت میں اسلافؒ کی اتباع کے لیے ہو' تو مذکورہ بالا بیان ٹھیک ہے، لیکن اگر ممانعت نمازی کی توجہ ہٹنے کے خوف سے ہو تو یہ ''بہانہ'' معقول نہیں، کیونکہ منع کی علت باقی ہے۔ [فتح الباری ۱/٦٤٤] شوکانیؒ: ان دلائل پر صاحب توفیق اعتماد نہیں کرے گا۔ [نیل الأوطار ۲/۱٦۸]

(٤) مساجد کی تزئین کو امام ابو حنیفہؒ نے جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ مسجد کی تعظیم کے لیے ہو اور اس میں بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے۔ [فتح الباری ۱/٦٤٤، ٦٤۹]

جائے نماز کی سادگی:

أنس رضی اللہ عنہ: ''كان قرام لعائشة قد سترت به جانب بيتها فقال لها النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ''أميطي عني قرامك هذا، فإنه لايزال تصاويره تعرض لي في صلاتي.'' [بخاری الصلاة باب إن صلى في ثوب مصلب أو تصاوير هل تفسد صلاته] ''عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک باریک کپڑا تھا جس سے کمرے میں ایک طرف پردہ کر رکھا تھا، آپ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے اس پردے کو ہٹاؤ، کیونکہ اس کی تصویریں مجھے نماز میں بھی نظر آتی ہیں۔''

پردے کی تصویروں پر اعتراض کا سبب یہ بیان فرمایا کہ دورانِ نماز اس طرف دھیان ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے کی دیوار بھی سادہ ہونا چاہیے۔ جبکہ ''**جائے نماز**'' کی سادگی دیوار کی سادگی سے کہیں زیادہ اہم ہے، کیونکہ نمازی کے لیے دیوار کو دیکھنے کی ''اجازت'' نہیں، لیکن حالت قیام میں سجدہ کی جگہ

اور تشہد میں انگشت شہادت پر نظر رکھنا ہی "مطلوب" ہے، جس سے جائے نماز پر نظر پڑ جاتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا: "دخل رسول الله ﷺ الكعبة وما خلف بصره موضع سجوده حتىٰ خرج منها." [الحاكم ۴۷۹/۱ وقال: صحيح على شرط الشيخين، البيهقيؒ ۱۵۸/۵ وصححه الألبانيؒ ـ إرواء ح:۳۵۴] "آپ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو نگاہ اپنی سجدہ گاہ سے نہ ٹلی، یہاں تک کہ باہر تشریف لائے۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہ: إن النبي ﷺ كان إذا جلس في الصلاة وضع يديه على ركبتيه ورفع أصبعه اليمنى التي تلي الإبهام فدعا بها. [مسلم صلاة ح:۱۱۵-۱۱۷] "ويرمي ببصره إليها" [مستخرج أبي عوانة الصلاة بيان الإشارة بالسبابة، صحيح ابن خزيمة صلاة باب الإشارة بالسبابة نحوه ـ صححه الألبانيؒ ونسبه إلى مسلم بدون الفرق ـ صفة صلاة النبي ﷺ ص:۱۵۸] "آپ ﷺ تشہد میں بیٹھ کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دعا فرماتے اور اپنی نظر اسی (اشارے) پر مرکوز رکھتے تھے۔"

نیز اس حدیث میں جن "**تصویروں**" کی وجہ سے پردے کو ہٹانے کا حکم دیا گیا، وہ صرف جائز قسم کی تصویریں ہیں جیسے پھول یا لکیریں وغیرہ۔ اگر جاندار چیزوں کی تصویریں ہوتیں تو نماز میں توجہ بٹنے کے خدشے کے بغیر بھی حرام ہوتیں کیونکہ یہ رحمت کے فرشتوں کو روکنے کا سبب بنتی ہیں۔ [**التراث** ۲۴/۳۰-۳۱] والله أعلم

شوکانیؒ: معلوم ہوا کہ ان جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جن میں تصویریں ہوں اور تصویر بھی زیب و زینت کی ایک قسم ہے۔ نیز ایسی صورت میں نماز "باطل" نہیں ہوتی، کیونکہ آپ ﷺ نے نماز توڑ کر دہرائی نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کے عنوانِ باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تصویر پر نظر پڑ جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

نبی کریم ﷺ نے عثمان بن طلحہ الحجبی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: "إني كنت رأيت قرني الكبش حين دخلت البيت فنسيت أن آمرك أن تخمرهما، فخمّرهما فإنه لا ينبغي أن يكون في قبلة البيت شيئ يُلهي المصلي" [أحمد ۶۸/۴، ۳۸۰/۵، أبو داود حج باب ۹۵ ح:۲۰۳۰ وصححه الألبانيؒ] "بیشک میں نے کعبہ شریف میں مینڈھے کے سینگ دیکھے تھے پھر تجھے انہیں ڈھانپنے کا حکم دینا بھول گیا تھا۔ اب تو انہیں ڈھانپ دے، بلاشبہ قبلے میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونا چاہیے جو نمازی کی توجہ مبذول کرے۔"

شوکانیؒ: معلوم ہوا کہ محراب وغیرہ نمازی کے سامنے کی ہر چیز کو نقش و نگار یا تصویر جیسی کسی بھی ایسی چیز سے مزین کرنا مکروہ ہے جس کی طرف نمازی کا دھیان جائے، نیز ایسی چیزوں کو ڈھانپ دیا جائے تو توجہ بٹنے کا خطرہ دور ہونے

کی وجہ سے کراہت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ نیز یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح شدہ مینڈھے ﴿ذبح عظیم﴾ کے سینگ تھے۔[نیل الأوطار ۲/۱۸٤]

لہٰذا نمازی کے آگے کسی متبرک چیز کا وجود بھی مکروہ ہے، جس سے نماز میں خلل کا اندیشہ ہو۔ پس جائے نماز بالکل سادہ ہونا چاہیے، حتیٰ کہ اس پر خانہ کعبہ شریف کی تصویر ہونا بھی مناسب نہیں۔ واللہ أعلم

فصل رابع: بعض متعلقہ مسائل

مبحث (۱): نمازی کے آگے سے اٹھ کر چلے جانا

پچھلی صف میں آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو اگلی صف کا آدمی اُس نمازی کا سترہ ہے۔ اُسے اِس کے سلام پھیرنے تک اطمینان سے انتظار کرنا چاہئے۔[المنهاج شرح مسلم ٤/۲۱۷، ۲۲۵، فتح الباری ۱/٦۹۸]

نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿الذين آمنوا وتطمئن قلوبهم بذكر الله ألا بذكر الله تطمئن القلوب﴾[الرعد ۲۸] ''(ہدایت یافتہ ہیں) وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور ان کے دل ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں، جان لو! ذکر الٰہی ہی اطمینان قلبی کا باعث ہے۔'' رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''......فإذا صلى لم تزل الملائكة تصلي عليه ما دام في مصلاه: ''اللهم صل عليه، اللهم ارحمه......'' [بخاری الأذان باب ۳۰ فضل صلاة الجماعة ح:٦٤٧] ''با جماعت نماز کے بعد جب تک نمازی اپنی جگہ پر رہے، اس وقت تک فرشتے لگاتار اس کے لیے دعا گو رہتے ہیں: ''اے اللہ اس پر رحمت بھیج دے، اے اللہ اس پر رحمت کی برکھا برسا دے۔'' لیکن...... مادہ پرستی کے اس دور میں انسان دو منٹ صبر کرنے کی بجائے ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' کے مصداق کئی ''ماڈرن'' صورتیں اختیار کرتے ہیں:

﴿۱﴾ **متبادل سترہ:** بعض مساجد میں اضافی سترے دستیاب ہوتے ہیں، اگلے صف کا نمازی ایک عدد سترہ اٹھا کر پچھلے نمازی کے آگے رکھ کر چلا جاتا ہے۔ یہ طریقہ اسلاف ؒ میں رائج نہیں تھا۔ بہر حال آدمی نے اپنی جگہ دوسرا سترہ رکھ لیا تو امید ہے کہ ممانعت کے حکم سے بچ جائے گا۔ واللہ أعلم

﴿۲﴾ **متبادل عارضی سترہ:** اگلی صف والا اپنی چادر، لاٹھی یا کوئی اور سامان نمازی کے آگے ''عارضی'' طور پر کھڑا کر کے خود اس کے آگے سے ہٹ جاتا ہے، پھر اس چیز کو بھی لے کر چلا جاتا ہے۔ یہ بھی غلط طریقہ ہے اور کئی لحاظ

سے اس میں قباحت ہے: (۱) اسلاف سے ثابت نہیں۔(۲) حیلہ ہے۔(۳) نمازی کے لیے تشویش کا باعث ہے۔

﴿۳﴾ لفظ ''مرور'' سے فرار : اگلی صف کا آدمی نمازی کے آگے سے اٹھ کر دوسرے بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے سے نکل جاتا ہے۔اس میں کئی قباحتیں ہیں:

(۱): یہ شخص نمازی کا سترہ تھا،اس کے اٹھ جانے سے نمازی کی توجہ بٹتی ہے۔ یہ وہی عظیم حکمت تھی جس کی خاطر شریعت نے سترہ کے اہتمام کا حکم دیا اور گزرنے والے کو''شیطان'' قرار دے کر اس سے لڑنے تک کی ہدایت فرمائی۔

(۲): اس کے چلے جانے سے نمازی بغیر سترہ کے رہ گیا۔ (۳):اسلافؒ سے اس طرح اٹھ جانا ثابت نہیں۔

(۴): اس طرح اٹھ جانے والے نے ظاہری لفظ''مرور'' سے بچنے کے لیے''حیلہ'' اختیار کیا۔

مؤمن پر''مقاصد شریعت'' کی پاسداری لازم ہے۔مقاصد شریعت کو پس پشت ڈال کر لفظی چکر میں الجھنا اور اس قسم کے''حیلے'' کرنا غلط ہے،حیلوں کی گنجائش صرف فقہ حنفی میں ملتی ہے۔ جمہور علماء امت تو ایسے حیلوں کی شدید مذمت کرتے ہیں،حتیٰ کہ کوئی پرہیزگار حنفی عالم بھی ان حیلوں کو شرعاً جائز نہیں کہہ سکتا۔

﴿ج﴾ بلا تکلف شیطان بننا: آدمی بلا تکلف اٹھ کر چلا جاتا ہے اور ممانعت والی حدیث کی پروا نہیں کرتا۔

یہ جہالت کی بنا پر ہو تو اسے سمجھانا ضروری ہے،اور جان بوجھ کر مخالفت کرنا ہو تو یقیناً''حرام'' ہے اور وہ شخص بالفاظ نبوی''**شیطان**'' ہے۔

بہرحال نمازی کو خود بھی چاہیے کہ اگلے شخص کو فتنے سے بچانے کے لیے نماز بہت لمبی نہ کرے۔ والله أعلم

مبحث [۲]: گردن پھلانگنا:

فرض نماز سے سلام پھیرتے ہی نکلنے والا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر صف پار کرتا ہے۔اور یہ کام بھی شرعاً معیوب ومذموم ہے۔ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:''**من اغتسل یوم الجمعة ...... فلم یتخطّ أعناق الناس ...... کانت کفارة ......**'' جو شخص غسل کر کے شرعی آداب کے مطابق جمعہ کے لیے آئے......لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے......تو اس کے ہفت روزہ گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مزید تین دن کا بھی۔''[أبو داؤد ، الطهارة، باب غسل یوم الجمعة ح: ۳۴۳ وحسنه الألبانیؒ]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ''...... **ومن لغا وتخطی رقاب الناس کانت له ظهراً**'' جو شخص دورانِ خطبہ کوئی بیہودہ حرکت کرے یا لوگوں کی گردنیں پھلانگے ،اس کے لیے (جمعہ کے بجائے)